

کتاب سماوی پر ایک نظر

(۹)

عہد جدید (اناجیل وغیرہم)

(از جناب ذوقی شاہ صاحب)

عقیدہ تثلیث کے اسباب | کتاب عہد جدید کے تعیم تثلیث سے معترض ہونے کی بابت پہلے بحث کی جا چکی ہے۔
اور ان پر ناقدانہ نظر آئیے اب عیسائی علماء کے اقوال پر نظر ڈال کر یہ معلوم کریں کہ ان لوگوں کو الوہیت
مسیح کا مخالفین اسباب سے ہوا اور وہ اسباب معقول پسند لگتا ہوں میں کیا وقعت رکھتے ہیں۔

اگر مخالف کا باعث یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح القدس کے وسیلہ سے پیدا ہوئے (متی ۱: ۱۸)
تو حضرت سارہ اور حضرت ربقہ دونوں ہاتھ بختیں اور توائے انسانی کے ذریعہ تو والدہ ناسل کی امید دونوں سے
مفقود ہو چکی تھی۔ صرف خدا کے حکم سے اسحق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے (پیدائش ۱۱: ۱-۲۵)۔
حضرت سحیٰ کو پیدا ہونے کی بھی یہی شان ہے (لوقا ۱)

بظنی ایل بن اوری کو بھی خدا روح اللہ فرما چکا ہے (خروج ۳۱: ۲ و ۳) پھر عیسیٰ علیہ السلام کے لیے

اس معاملہ میں کیا خصوصیت رہی ؟

اگر مخالف کا باعث یہ ہے کہ مسیح بے باپ کے پیدا ہوئے تو ثبوت الوہیت کے لیے یہ بات کافی نہیں۔ اگر
ماں کے پریش سے پیدا ہونا الوہیت کے منافی نہیں تو ماں اور باپ دونوں سے پیدا ہونا بھی الوہیت کے منافی
نہیں ہو سکتا۔ عیسائی علماء، حضرت عیسیٰ کو پورا خدا بھی کہتے ہیں اور پورا انسان بھی۔ لیکن انہوں نے عقل وہ پورے

انسان اسی صورت میں ہو سکتے ہیں جیسا و صاف انسانی سے پورے طور پر منتصف ہوں اور ماں اور باپ دونوں سے پیدا ہوئے ہوں۔ علاوہ بریں عیسائی عقیدہ کے مطابق پورے انسان کے لیے ضروری ہے کہ سب انسانوں کی طرح وہ بھی گنہگار ہو (رومیون ۳: ۱۲ تا ۱۹) اگر مسیح پورے انسان نہ تھے جو کہ ایک آسان تر کام ہے تو وہ پورے خدا کیسے ہو سکتے تھے جو کہ مشکل تر کام ہے پھر یہ بھی غور طلب مسئلہ ہے کہ جب مسیح کے بے باپ کے پیدا ہونے پر الوہیت کا ان پر گمان ہو سکتا ہے تو آدم علیہ السلام پر یہ گمان کیوں نہ ہوا جو کہ بے ماں اور بے باپ کے پیدا ہونے اور جنہیں خدا نے اپنی صورت پر پیدا کیا (پیدائش: ۱: ۲۷) حوا علیہا السلام کا پیدا ہونا بھی کچھ کم تعجب چیز نہیں کیونکہ وہ بغیر ماں کے پیدا ہوئی۔ ملک صدق کا حال بھی عجیب و غریب ہے جو توریت اور انجیل دونوں میں موجود ہے۔ عبرانیوں کے باب ۷ آیت ۳ میں ہے:

یہ یعنی ملک صدق) بے باپ بے ماں بے نسب نامہ جس کے نہ دنوں کا شروع نہ زندگی کا آخر خدا کے بیٹے سے مشابہ پھیر کے ہمیشہ کا من رہتا ہے،

توریت میں (پیدائش: ۱۴: ۱۸ تا ۲۰) اور زبور (۱۱۰: ۴) میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔ علماء اہل کتاب کے بیانات اسکے احوال میں بہت مختلف ہیں بعض کہتے ہیں کہ وہ ایک فرشتہ تھا اور بعض کہتے ہیں کہ وہ خود مسیح ہی تھا جو اس وقت بھی ظاہر ہوا۔ مگر یہ دونوں گمان غلط ہیں کیونکہ اگر وہ فرشتہ ہوتا تو کہانت سے اوسکو کیا تعلق اور خود اپنی ذات سے مسیح ہوتا تو مسیح کے مشابہ یا مسیح کے مانند ہونے کے کیا معنی؟ علماء یہہود کہتے ہیں کہ وہ نوح علیہ السلام کا دوسرا بیٹا ساہر تھا مگر عبرانیوں کے خط کی رو سے یہ بھی غلط ہے کیونکہ اس خط میں تو ملک صدق کا بے باپ بے ماں اور بے نسب نامہ کے ہونا لکھا ہے مگر سام کے باپ کا نام نوح تھا اور اس کا نسب نامہ توریت میں درج ہے۔ بہر حال ملک صدق فرشتہ نہ تھا بلکہ ایک انسان تھا اور بقول انجیل کے اوس کے نہ باپ تھا نہ ماں نہ نسب نامہ حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام کے ماں بچیں اور آپ کا نسب نامہ انجیل میں دو موقعوں پر درج ہے۔

اگر مخالف کا باعث یہ ہے کہ انجیل میں جا بجا عیسیٰ علیہ السلام کے لیے خدا کا لفظ آیا ہے تو اول تو اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ جہاں یہ لفظ آیا ہے وہاں اصلی عبرانی یا یونانی قدیم نسخوں میں بھی اسی طرح وارد ہوا ہے چنانچہ

اول متطاولس باب ۳۳ آیہ ۱۶ میں یہ واروہو ہے کہ "خدا جسم میں ظاہر کیا گیا"، اس کے متعلق گریبلنگ کی تحقیقات یہ ہے کہ اس آیت میں لفظ "خدا" کی جگہ "وہ"، کا لفظ اصلی نسخوں میں ہے یعنی یوں ہونا چاہیے کہ "وہ کہ جسم میں ظاہر کیا گیا"، جس طرح یہاں کسی خدا کرنے "خدا"، کا لفظ الحاق کر دیا اسی طرح دوسرے مقامات پر بھی الحاق واقع ہوا ہر تو اب کوئی کیسے جان سکتا ہے۔ دوسرے یہ امر بھی قابل غور ہے کہ عبرانی محاورہ میں اس زمانہ میں قاضیوں اور مفتیوں کو بھی خدا کہتے تھے۔ اسکاٹ صاحب بھی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ کلام الہی میں مجسٹریٹ خدا کہلاتے تھے اور یہ لقب انھیں اس لیے دیا گیا تھا کہ وہ لوگوں میں خدا کے نائب تھے۔ چنانچہ کتب مقدسہ قدیم و جدید میں خدا کے لقب سے بندے متعدد جگہ مخاطب کئے گئے ہیں چند مثالیں ملاحظہ ہوں :-

۱۔ خدا کی جماعت میں خدا کھڑا ہے انہوں کے درمیان وہ عدالت کرتا ہے (زبور ۱۵۸:۲)

۲۔ میں نے تو کہا کہ تم سب الہ ہو اور تم سب حق تعالیٰ کے فرزند ہو، (زبور ۸۶: ۶)

۳۔ میں نے تو کہا تم سب خدا ہو، (یوحنا ۱۰: ۳۴)

۴۔ جبکہ اوس نے انہیں جن کے پاس خدا کا کلام آیا خدا کہا، (یوحنا ۱: ۳۵)

۵۔ پھر خداوند نے موسیٰ سے کہا دیکھ میں نے تجھے فرعون کے لیے خدا سا بنایا اور تیرا بھائی ہارون

تیرا پیغمبر ہوگا، (خروج ۱: ۱۰)

۶۔ اور تو (اے موسیٰ) اُس کے لیے (یعنی ہارون کے لیے) خدا کی جگہ ہوگا، (خروج ۴: ۱۶)

۷۔ سارہ ابرام کی فرمانبرداری کرتی اور اسے خداوند کہتی تھی، (۱۔ پطرس ۳: ۶)

۸۔ یوسف علیہ السلام نے اپنی بابت فرمایا کہ :-

۹۔ خدا نے مجھ کو سارے مصر کا خداوند کیا، (پیدائش ۴۵: ۶)

۱۰۔ ان مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ توریت و انجیل میں "خدا"، اور "خداوند"، کے الفاظ عباد اور محبوبوں کے

حق میں استعمال ہوئے ہیں اور یہ الفاظ صرف عیسیٰ علیہ السلام ہی کے لئے مخصوص نہ تھے بلکہ دیگر بندگان خدا کے حق میں بھی استعمال ہوئے ہیں اور ان الفاظ کے استعمال سے اُن لوگوں کی عبدیت میں فرق نہیں آتا اور اُن میں الوہیت ثابت نہیں ہوتی۔

اگر اس مغالطہ کا باعث یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے کو خدا کا بیٹا کہا ہے (یوحنا: ۱۰: ۳۶، متی ۱۳: ۱۷) تو انجیل میں ساٹھ (۶۰) مقامات پر آپ اپنے کو ابن آدم بھی فرما چکے ہیں۔ جبکہ انجیلی اصطلاح میں (جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے) ہر شخص خدا ہے تو ہر انسان کا بیٹا بھی اس اصطلاح کے مطابق خدا کا بیٹا قرار پانا چاہیے۔ غالباً عیسیٰ علیہ السلام کو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ لوگ آپ کو بجائے خدا کا اصطلاحی بیٹا ہونے کے حقیقی بیٹا نہ سمجھنے لگیں اس لیے آپ نے اپنے آپ کو بار بار ابن آدم کہا تاکہ لوگ متنبہ رہیں اور آپ کو الوہیت سے متعصّف نہ کرنے لگیں۔ بائبل میں جہاں عام طور پر لوگوں کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے وہاں خاص خاص بندوں کے لیے بھی یہ پیارا خطاب خاص طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ ایوب (۱: ۶ اور ۲: ۱) کی تفسیر میں اسکاٹس صاحب لکھتے ہیں کہ یہاں "خدا کے بیٹوں" سے مراد پاک فرشتے ہیں۔ اور ایوب (۳۸: ۷) کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ مفسرین کے نزدیک یہاں "خدا کے بیٹوں" سے مراد انبیاء ہیں۔ عبرانیوں کے خط (۱: ۶) میں آدم علیہ السلام کو "خدا کا پہلو ٹھا" بیان کیا گیا ہے۔ لوقا کے باب ۳ میں جو نسب نامہ درج ہے اُس کے آخر میں جہاں آدم کا نام آیا ہے وہاں آدم علیہ السلام کو خدا کا بیٹا لکھا ہے۔ پیدائش (۶: ۲) میں آدم علیہ السلام کے بیٹوں کو خدا کے بیٹے کہا گیا ہے۔ گلیٹیوں کے خط (۴: ۲۸) میں اسحق علیہ السلام "وعدے کے فرزند" بیان کئے گئے ہیں۔ خروج (۴: ۲۲) کی رو سے اسرائیل خدا کا پہلو ٹھا اور پیارا بیٹا ہے۔ یرمیاہ (۳۱: ۹) کے مطابق ازراہم خدا کا پہلو ٹھا اور پیارا بیٹا ہے۔ زبور (۸۹: ۲۶) میں حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی خدا کا بڑا بیٹا کہا گیا ہے۔ اول تواریخ (۲۲: ۱۰ اور ۱۱: ۲۸) اور ۲ سموئیل (۷: ۱۳) کی رو سے سلیمان علیہ السلام خدا کے فرزند ہیں۔ استثناء (۱: ۱۴) اور رومیوں کے خط (۹: ۴) کے بموجب جملہ اسرائیلی فرزند ان خدا ہیں۔ رومیوں کے خط (۸: ۱۶) کی سند پر جملہ عیسائی فرزند ان الہی ہیں۔ متی (۶: ۹) اور

۱۱:۴ میں ہر خاص و عام کو خدا کا فرزند قرار دیا گیا ہے۔ اور یسعیاہ (۱۱:۳۰) کی عبارت گنہ گار لوگوں کو بھی خدا کا فرزند ظاہر کرتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی فرزندگی سے الوہیت کو کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے الوہیت کا خطاب محض نہ تھا اور اس سے آپ کی الوہیت ثابت نہیں ہوتی۔

اگر اس مخالطہ کا باعث یہ ہے کہ یسوع کے لفظی معنی نجات دہندہ کے ہیں تو موسیٰ علیہ السلام کے جانشین حضرت یسوع علیہ السلام کے نام بھی یہی معنی ہیں اور حضرت یسعیاہ کے نام کے معنی خدا کی نجات کے ہیں تو گویا معنی کے لحاظ سے اس نام میں بھی کوئی خصوصیت نہ رہی۔

اگر مخالطہ کا باعث یہ ہے کہ آپ کا شیخ ہذا دلیل الوہیت سمجھ لیا گیا ہے تو زبور (۶:۹۹) اور یرمیاہ (۱:۱۵) میں حضرت موسیٰ اور حضرت سموئیل کو اور حزقی ایل (۲۰:۱۴) میں حضرت نوح حضرت دانیال اور حضرت ایوب کو بھی شیخ کہا گیا ہے۔ اور پیدائش (۱۸: ۲۳ تا ۳۳) میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھی شفاعت کرنے کا ذکر موجود ہے۔

اگر الوہیت مسیح کا گمان اس امر پر مبنی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے مردے زندہ کر دیئے تو بائبل ہی میں اول سلاطین (۱۴: ۲۲) میں ملاحظہ فرمایا۔ یعنی کہ حضرت الیاس نے بھی ایک مردہ (دکے کو زندہ کر: یا تھا دوم سلاطین کے باب ۴ میں حضرت الشیخ کا یہ عجیب و غریب واقعہ درج ہے کہ اپنے ایک عورت سے جس کا شوہر بوڑھا تھا فرمایا کہ تو اسی وقت سے حساب شمار کرنا شروع کر دے اور جب دن پورے ہو جائیں گے تو ایک بیٹا تو گود میں لے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس معجزہ عجیبہ کی برکت سے وہ عورت اپنے بوڑھے شوہر کے پاس گئی بھی نہ تھی کہ حمل شروع ہو گیا اس لئے کہ شمار بھی ان ہی لڑکوں میں کرنا چاہئے جو بے باپ کے پیدا ہوئے پھر جب جوان ہو کر یہ لڑکا مر گیا تو حضرت الشیخ نے اسے زندہ بھی کر دیا۔ اسی کتاب یعنی دوم سلاطین کے ابواب ۴ و ۵ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ الشیخ علیہ السلام نے اور بھی عجیب و غریب معجزات کا اظہار فرمایا۔ مثلاً بیسنس روٹیوں اور ایک ڈوکر بھی مرانا کی بالوں سے نسا بنیا ناول کو پیٹ بھر کے کھانا کھلا دیا اور پھر

ایک مبروص کو برص کی بیماری سے صحت دیدی۔ ایک تندرست شخص کو مبروص بنا دیا۔ لوہے کو پانی پر تیز دیا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے تو اپنی اس دنیا ہی کی زندگی میں مردوں کو زندہ کیا تھا مگر دوم سلاطین (۱۳: ۲۱) کے بموجب حضرت یسوع کی مدفن لاش اور مردہ پڑیوں نے ایک مردہ کو زندہ کر دیا۔ اعمال (۹: ۶ تا ۱۴: ۲۳) میں درج ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے حارمی بطرس نے بھی ایک مردہ عورت کو جس کا نام تابیتھا تھا۔ زندہ کر دیا۔ اعمال (۹: ۲۰ تا ۱۱: ۱۶) میں ایک واقعہ درج ہے کہ ایک راکا کو ٹھٹھے پر سے گر کے مر گیا تھا جس کا نام یوتھس تھا۔ اسے پولوس نے زندہ کر دیا۔ جب بائبل ہی نے مردوں کے زندہ کرنے کا سہرا اتنے بہت سے مردوں پر باندھ دیا تو یہ صفت کسی کے لیے الوہیت کی دلیل کیسے ہو سکتی ہے جیسا نبیوں کا کہنا ہے کہ مسیح نے جو مجھے دکھلائے وہ اپنی قدرت دکھلائے اور دوسرے نبیوں نے جو مجھے دکھلائے وہ مسیح کی طرف سے نبی مسیح کی کجی ہوئی قدرت دکھلائے مگر یہ لوگ اپنے اس قول کی تائید میں کوئی معقول دلیل پیش نہیں کرتے۔ یہ صرف اُن کا خیال ہی خیال ہے اور موجودہ تکریم شدہ بائبل میں بھی اُن کے اس خیال کی تائید میں ایک لفظ تک نہیں ملتا۔ نبیوں کے ہاتھ پر اللہ کی قدرت سے معجزات کا ظہور ہوتا رہتا ہے مگر اظہار معجزہ و اظہار نبوت کے لیے لازمی نہیں۔ جب معجزات و دلیل نبوت نہیں تو دلیل الوہیت کیونکر ہو سکتے ہیں ؟

اگر اس مخالفہ الوہیت کا باعث یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح کہتے ہیں تو اس معاملہ میں بھی آپ رہتا نہیں۔ کیونکہ توریت کے بکثرت مقامات سے ثابت ہوتا ہے کہ ہرنی اور بنی اسرائیل کا ہر بادشاہ اور کاہنوں کا ہر درج مسوح ہوتا تھا اور مسیح کیا جاتا تھا۔ چنانچہ دوم سموئیل (۱: ۱۴) میں ساؤل کو مسیح کہا گیا۔ اول سموئیل (۱۶: ۱۳) اور دوم سموئیل (۱: ۲۳) میں داؤد علیہ السلام کو مسیح لکھا گیا۔ یسعیاہ (۱۱: ۱) میں کچھسرو بادشاہ فارس کو خدا کا مسیح بیان کیا گیا۔ حضرت یسعیاہ بنی نے اپنی کتاب (۱: ۶) میں خود ربی بابت تحریر فرمایا ہے کہ "خدا نے مجھے مسیح کیا" دوم سلاطین (۹: ۱ تا ۶) میں یاہوکواد (۳۳: ۳) میں یہاخر کو مسیح لکھا گیا۔ دوم قرنتیوں کے خط (۱: ۲۱) میں حضرت پولوس بھی اپنی شان میں تحریر فرماتے ہیں کہ:-

”جس نے ہم کو مسح کیا سو خدا ہے“

اگر مخالفہ کا باعث یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ اٹھالیے گئے تو پیدائش (۵: ۲۴) سے جنوگٹ اور روم سلاطین (۱۱: ۲) سے حضرت الیاس کا آسمان پر زندہ اٹھالیا جانا بھی ثابت ہے۔ قرنتیوں کے دوسرے خط (۲: ۱۲ تا ۲: ۱۴) میں پولوس بھی تیسرے آسمان تک اور فرودس بریں تک اپنی اپنی دنیا کی زندگی میں پہنچایا جانا بیان فرماتے ہیں۔ رومن کیتھولک فرقہ کے نزدیک حضرت مریم بھی آسمان پر اٹھانی گئیں۔ یہ لوگ حضرت مریم سے بھی دعا میں مانگتے ہیں اور انہیں بہشت کی ملکہ کہتے ہیں۔

عیسائی یہ بھی کہتے ہیں کہ جب زبدی کے بیٹوں کی ماں نے عیسیٰ علیہ السلام کو سجدہ کیا (متی ۲۰: ۲۰) تو اپنے اسے سجدہ کرنے سے منع نہ فرمایا اور یہ آپ کی الوہیت کی دلیل ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ انجیلی محاورہ میں سجدہ سے اکثر خشنامہ یا فرمانبرداری مراد ہوتی ہے۔ چنانچہ اسی معنی میں مکاشفات (۳: ۷ تا ۹) میں آیا ہے کہ یہودی فلاولفیا کے کلیسہ کے پادریوں کے پاؤں پر آکر سجدہ کریں گے۔ جب اس سجدہ سے پادریوں میں الوہیت ثابت نہیں ہوتی تو زبدی کے بیٹوں کی ماں کے سجدہ کرنے سے مسیح کی الوہیت کیسے ثابت ہو سکتی ہے؟ بنت سیمع نے داؤد علیہ السلام کو سجدہ کیا (اول سلطین ۱۶: ۱) ساؤل کے پوتے مفیبو سب نے داؤد علیہ السلام کو سجدہ کیا (۲ سموئیل ۹: ۶ و ۸) کوشی داؤد علیہ السلام کے سپہ سالار یوا ب کو سجدہ کیا (۲ سموئیل ۱۸: ۲۱) ریمعص نے بادشاہ داؤد کے آگے سجدہ کیا (۲ سموئیل ۱۸: ۲۸) شاہ بنو کہ نفر یعنی بخت نفر اور دھم منہ گرا اور دانیال کے آگے اس نے سجدہ کیا (دانیال ۲: ۷) روت جو کہ مسیح کی پرودا دیوں میں سے تھیں بعا ز کے سامنے زمین پر سجدہ میں گرے (روت ۲: ۱۰) بائبل میں اس قسم کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔ کیا یہ سب لوگ جن کے آگے سجدے ہوئے مسیحی الوہیت ہو گئے؟ ایک اور مثال سن۔ لیجئے جہاں ایسے شخص کے آگے سجدہ کرایا جاتا ہے جو بت پرست تھا اور خدا سے نادان تھا۔ ایسے شخص کے متعلق الوہیت کا مکان کسی صورت سے ہو ہی نہیں سکتا۔ کورس بادشاہ یعنی کینسر و کی بابت یسعیاہ (۴۵: ۴) میں خدا فرماتا ہے کہ تو چھو کہو

نہیں جانتا۔ پھر اگلی آیت میں فرماتا ہے کہ میں نے تیری کمر باندھی اگرچہ تو نے مجھے نہ پہچانا۔ اسی کو میں اپنی کھنٹھ سے
یسعیاہ کے باب ۴۵، ہی کی آیت ۱۴ میں یہ خطاب ہوتا ہے کہ :-

”خداوندیوں فرماتا ہے کہ مصر کی دولت اور کوش کا منافع اور ببا کے قد آور لوگ تیرے

پاس آویں گے اور تیرے ہر وہیں گے اور تیری پیروی کریں گے۔ وہ بیڑیاں پہننے
ہوئے اپنا ملک چھوڑ کے آویں گے اور تیرے آگے سجدہ کریں گے وہ تیرے آگے منت کریں گے۔“

صاف ظاہر ہے کہ یہاں سجدہ سے مراد منت و خوشامد ہے۔ عبرانی انداز بیان اسی طور پر واقع ہوا ہے

کہ ایک ہی مضمون کو دو مختلف طور پر بیان کیا جاتا ہے حالانکہ مقصد دونوں بیانات کا ایک ہی ہوتا ہے۔ مثلاً
(تعباس بالامیں :- تیرے آگے سجدہ کریں گے وہ تیرے آگے منت کریں گے)۔ یہاں عبرانی محاورہ کے
مطابق سجدہ کرنے اور منت کرنے کے ایک ہی معنی ہیں اس طرح سے یہاں سجدہ کے معنی کو سمجھایا ہے۔

بعض عیسائی علماء کی جسارت اپنے ملاحظہ فرمائی۔ اب ذرا مسیح عیساؑ کے اکسار و عبدیت کی
بھی سیر کیجئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ :-

”میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ نوکر اپنے آقا سے بڑا نہیں اور نہ وہ جو بھیجا گیا ہے اپنے بھیجنے والے

سے اگر تم یہ باتیں سمجھتے اور ان پر عمل کرتے ہو تو میارک ہو،“ (یوحنا ۱۳: ۱۵ اور ۱۷: ۱)

مسیح نے شمعون سے فرمایا کہ :-

”میں نے تیرے لیے دعا مانگی کہ تیرا ایمان جاتا نہ رہے،“ (لوقا ۲۲: ۳۲)

اللہ سے دعا مانگنا عین عبدیت ہے۔

آسمان پر جلنے سے قبل مسیح نے مریم سے کہا :-

”وہ مجھ کو مت چھو کیونکہ میں ہنوز اوپر اپنے باپ کے پاس نہیں گیا پر میرے بھائیوں

(یعنی حواریوں) پاس جا اور ان سے کہہ کہ میں اوپر اپنے باپ اور تمہارے باپ پاس اور

اپنے خدا اور تمہارے خدا پاس جاتا ہوں،» (یوحنا ۲۰: ۱۷)

یسوع علیہ السلام کے اس قول سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ خدا کی نسبت باپ کے لفظ کا استعمال اس زمانہ کا

عام محاورہ تھا۔

» میں نے تو آپ سے نہیں کہا بلکہ باپ نے جس نے مجھے بھیجا فرمادیا کہ میں کیا بولوں اور کیا کہوں»

(یوحنا ۱۲: ۲۹)

حاصل یہ ہے کہ انجیل مروجہ سے کبھی ثابت نہیں ہوتا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی الوہیت کا دعویٰ کیا ہوا اور تثلیث کی تعلیم دی ہو بلکہ خالص توحید ہی کی تعلیم آپ دیتے رہے اور اپنے کو اللہ کا بندہ اور پیغمبر کہتے رہے۔ آپ کے حواریوں نے بھی آپ کو صرف نبی ہی سمجھا اور نبی ہی مانا۔ آپ کے زمانہ کے لوگوں نے بھی آپ کو نالوہیت سے موصوف کیا نہ الوہیت سے آپ کو موصوف کرتے ہوئے کسی کو دیکھا یا سنا۔ آپ کے دشمنوں تک نے آپ پر الزام اس زمانہ میں نہ لگایا کہ آپ نے کبھی الوہیت کا دعویٰ کیا۔ تثلیث کو آپ کی تعلیم سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہ بہت بعد کی بدعت ہے۔ ۳۲۵ء میں اس عقیدہ کی بنیاد مندرجہ ذیل صورت سے ڈالی گئی:-

جلج سبیل اپنے ترجمہ قرآن کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ ۳۲۵ء میں کونسل نیس منعقد ہوئی اور اس میں

یسوع کی الوہیت کا جس کی مدت سے گفتگو درپیش تھی، تصفیہ ہوا۔ اس کونسل کے انعقاد کی وجہ یہ تھی کہ جب آریوس نے جو یسوع کی الوہیت کا منکر تھا اپنے مسئلہ کو دونوں یوسمی میونسپلوں اور دیگر علماء کی مدد سے خوب چھلایا شروع کیا اور اٹھائیس نیشیسن اس کے مقابلہ پر کھڑا ہوا تب قسطنطین نے اس نزاع کو دیکھ کر اس کونسل کے انعقاد کا حکم دیا۔ اس کونسل میں تیسرہ (۱۳) نیشیپ اور بہت سے پادریوں نے تثلیث سے انکار کیا۔ بعض لوگ تثلیث کے تو قائل ہو گئے مگر بجائے روح القدس کے حضرت مریم کو تثلیث میں داخل کرتے تھے۔ جب بادشاہ نے علانیہ حکم دے دیا کہ جو شخص تثلیث سے انکار کرے گا اس کا مال ضبط اور وہ خود جلاوطن کیا جائے گا۔ تب اکثر اراکین کونسل نے بادشاہ کے خوف سے تثلیث کے عقیدہ پر دستخط کر دیئے۔ بس اس وقت سے تثلیث قائم ہوئی اور

اتھائیشیس کا عقیدہ پھیلنا شروع ہوا۔

رومن تواریخ کلیسہ کے باب ۵ میں کولسنل آف ٹیس کے متعلق لکھا ہے کہ اس دینی مباحثہ کے سبب بہت لوگ ستائے گئے بلکہ جان سے مارے گئے اور بڑی خونریزی کی لڑائیاں ہوئیں۔

جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۶۰ پر لکھتے ہیں کہ :-

درقطنطین اعظم نے صرف اپنے ملک کے استحکام کے لیے عیسائی اختیار کیا تھا اور یہ شخص ایسا ظالم تھا کہ لوگ سے نیر و ثانی کہتے تھے۔ اس کے ہاں ایک مشہور انجمن تھی جسکو ٹیس کہتے تھے۔ اس مجلس نے پہلے

۳۲۲ء میں حضرت مسیح کی خدائی کا مسئلہ نکالا،

سینٹ ہلیری جو چوتھی صدی کا ایک بشار اور اگلے زمانہ کے پادریوں میں سے تھا ان مذہبی مناقشات کو بہت ناپسند کرتا تھا جن کے باعث ہزار ہا عیسائی جان سے مارے گئے اور جن لوگوں کو آپس میں بھائی بنکر رہنا چاہیے تھا انھوں نے آپس میں ایک دوسرے پر ظلم کیا۔ اُس کے الفاظ یہ ہیں کہ :-

دبڑے افسوس کی اور خوف کی بات ہے کہ ہم لوگوں میں جس قدر رائیں ہیں اسی قدر مسائل اور جیسا کہ میلان جو دسیا ہی اُس کا مذہب اور جتنی ہم میں کوتاہیاں ہیں اتنی ہی ہماری کفر گوئی اور بے دینی ہے کیونکہ ہم لوگ اپنے دل کی خواہش کے مطابق مسائل بنا لیتے ہیں پھر ان مسائل کو اسی طرح بناوٹ سے بیان کرتے پھرتے ہیں۔ ہر سال انہیں بلکہ ہر مہینہ ہم جدید مذاہب تراشتے ہیں اور ان کی اشاعت کرتے ہیں۔

فلٹن صاحب کا قول ہے کہ :-

درقطنطین کے زمانہ سے بہت پہلے اکثر عیسائی خراب ہو گئے تھے اور اصول مذہب میں فتور آگیا تھا مگر بعد ازاں جب اُس نے علمائے مذہب کی بہت قدر کی اور انہیں اعلیٰ اعلیٰ مرتبوں پر پہنچا یا تو یہ لوگ دولت کے خواہش مند اور اختیاراتِ ملکی کے شائق ہو گئے اور انھوں نے

مذہب عیسوی کو خراب کر دیا،

قسطنطین کے فیصلہ تھیلث کے باوجود اور باوجود دوناک خونریزیوں کے آریوس اپنے ہی عقیدہ توحید پر
 چار ماہ اپنے عقیدہ کی لگوں کو تعلیم بھی دیتا رہا۔ اس کے بعد بھی عرصہ تک تعلیم جاری رہی اور اب بھی عیسائیوں میں یونانی
 ٹیسرے میں فرقہ موجود ہے جو تھیلث کا قائل نہیں، الوہیت صرف خدا کے لیے قرار دیتا ہے اور مسیح کو ایک الہام یافتہ انسان
 سمجھتا ہے۔ ایام گزشتہ میں عیسائیوں میں ایک آرمینی فرقہ تھا جس کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ محض ایک انسان تھے۔
 سترہویں آرتن فرقہ پیدا ہوا اس کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ مسیح انسان ہیں۔ سا سینین فرقہ والے بھی مسیح کو صرف
 انسان اور الہام یافتہ سمجھتے تھے۔

مراتب ثلاثہ عیسائی علماء یہ عقیدہ بھی رکھتے تھے کہ جس طرح مسیح اقامت ثلاثہ میں سے ایک اقنوم ہیں اسی طرح اس ایک
 اقنوم میں بھی تین مرتبے شامل ہیں یعنی نبوت بادشاہت اور کاهنوں کی سرداری۔ مگر انجیل سے سوامرتہ نبوت کے بارے کوئی
 مرتبہ عیسیٰ علیہ السلام میں ثابت نہیں ہوتا چنانچہ یوحنا (۱۸: ۳۶) میں ہے کہ :-

”یہوے نے جواب دیا کہ میری بادشاہت اس جہان کی نہیں اگر میری بادشاہت اس
 جہان کی ہوتی تو میرے نوکر لڑائی کرتے تاکہ میں یہودیوں کے حوالہ نہ کیا جاتا۔ پر میری بادشاہت
 یہاں کی نہیں ہے“

کاتھن کے عہدہ یا کاهنوں کی سرداری پر آپ کا مقررہ ہونا جملہ اناجیل و حالات مسیح سے ثابت ہے۔ صرف
 مرتبہ نبوت کا ثبوت اناجیل موجودہ میں بھی بکثرت پایا جاتا ہے۔ چنانچہ مسیح علیہ السلام خود اپنی بابت مرقس (۱۴: ۶)
 میں فرماتے ہیں کہ :-

”نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں“

آپ کے اس قسم کے الفاظ جن سے آپ کی نبوت کا آپ ہی کی زبان سے اقرار پایا جاتا ہے تھی (۱۳: ۵۷) اور
 لوقا (۲: ۴) اور یوحنا (۴: ۴۴) میں بھی موجود ہیں۔ حارثیوں نے فقہ صلیبیہ کے بعد بھی آپ کو نبی ہی کہا۔

الوقا ۱۹: ۲۳) جب آپ نے ایک بیوہ کے مردہ لڑکے کو زندہ کر دیا تو سب ڈر گئے اور خدای تعریف کر کے بولے کہ :-

”بڑا نبی ہم میں اُٹھا،“ (الوقا ۱۱: ۱۶)

جب آپ نے پانچ ہزار آدمیوں کو پانچ روٹیوں سے سیر کر دیا تو ان لوگوں نے کہا کہ :-

”فی الحقیقت وہ نبی جو جہان میں آنے والا تھا یہی ہے،“ (یوحنا ۶: ۱۴)

غرضکہ آپ نے خود اپنے آپ کو صرف نبی ہی فرمایا۔ آپ کے حواریوں نے آپ کے اٹھ جانے کے بعد بھی آپ کو

نبی ہی جانا۔ اور عوام الناس میں سے جن جن سے آپ کو سابقہ پورا انھوں نے آپ کو نبی ہی سمجھا۔ جس طرح فوجید الہی

میں اقا نیم لاثہ ثابت نہیں ہوتے۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام میں مرتبہ ثبوت کے ساتھ باوشاہت اور کہانت کا جہان

بھی ثابت نہیں ہوتا۔

(باقی)

مرآة المشنوی

(مرتبہ جناب قاضی تلمذ حسین صاحب ایم۔ اے رکن دارالترجمہ)

مشنوی مولانا ام

کا بہترین ایڈیشن جس میں مشنوی شریف کے منتشرہ مضامین کو ایک سلسلہ کے ساتھ اس طور پر مرتب کیا گیا ہے کہ پڑھنے والا مولانا کے مدعا اور انکی تعلیم کو بڑی آسانی سے سمجھتا چلا جاتا ہو کئی اندکوں فہرستیں بھی ہیں جن کی مدد سے آپ حسب منشاء جو شعر چاہیں نکال سکتے ہیں۔ ایک بیضا فرہنگ بھی ملتی ہے۔ غرض یہ کہ اس کتاب نے مشنوی شریف سے فائدہ اٹھانے کے لیے ایسی سہولت مہیا کر دی ہے کہ ہر شخص بڑی آسانی سے کتاب کے مطالب پر عبور حاصل کر سکتا ہے۔

کاغذ۔ کتابت۔ طباعت بہترین جلد ہنایت عالی قیمت علیہ سکہ انگریزی رولہ سکہ عثمانیہ

دفتر ترجمان القرآن سو طلبیے